فیصلہ پنج مسئلہ

ازافادات

نخبۃ الفضلاء عمدۃ الفقہاء ثانی ابوحنیفہ حضرت الحاج

مولانا السید ابوالوفاء الافغانی نفع اللہ بعلومہ الدانی والقاصی

سابق شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ وصدر مجلس علمی احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد

زیراہتمام

طلباء مولوی دوم جامعہ نظامیہ

۲۰۰۸ء مطابق ۱۴۲۸ھ

ناشر

مجلس اشاعت العلوم

جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔ ۵۰۰۰۶۴

نام کتاب	:	**فیصلہ پنج مسئلہ**
تالیف	:	حضرت علامہ ابوالوفاء الافغانی رحمۃ اللہ علیہ
بموقع عرس مبارک	:	حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد
باہتمام	:	طلبہ مولوی دوم سنہ 2008ء
سنہ اشاعت	:	جون 2008ء جمادی الاول ۱۴۲۹ھ
تعداد	:	1000 (ایک ہزار)
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	**ایس کے گرافکس**، نزد نواز فنکشن ہال، مصری گنج، حیدرآباد، فون : 9391266257
طباعت	:	انوار پرنٹرس، حیدرآباد 9390045494
ناشر	:	مجلس اشاعت العلوم، جامعہ نظامیہ
ہدیہ فی نسخہ	:	(20 روپے)

ملنے کے پتے

- مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔ فون: 24416847
- دکن ٹریڈرس مغل پورہ حیدرآباد
- عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی حیدرآباد۔ فون : 9440068759
- اسلامک بک سنٹر، جامع مسجد چوک، حیدرآباد
- اسلامی افکار سیریز، بندل گوڑہ، بہادر پورہ حیدرآباد۔ فون : 9393084080

فہرست مضامین

مجلس اشاعت العلوم

جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

Tell: 24576772 - 24416847

Fax : +91 - 40 - 24503267

www.jamianiziamia.org

E-mail: fatwa@jamianiziamia.org

سخنِ اول

زیر نظر کتاب ''فیصلہ پنج مسئلہ'' محدث شہیر، محقق کبیر، فقیہ جلیل حضرت علامہ سید محمود شاہ بن مبارک شاہ المعروف بہ ابوالوفاء الافغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ وعطر اللہ ضریحہ وبرد اللہ مضجعہ کے افادات عالیہ ہیں جو آپ کے تبحر علمی اور درکِ فقہی کے آئینہ دار ہیں۔ تقریباً نصف صدی قبل ۱۳۷۹ھ میں تحریر کئے گئے ان افادات علمی وعوامی حلقوں میں غیر معمولی مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد نے ۱۳۸۹ھ میں اس کا طبع دوم شائع ہوا۔ ۱۴۰۴ ہجری میں کتاب کی اہمیت کے پیش نظر عالی جناب سید نذیر الدین حسینی البغدادی صاحب کی دلی خواہش پر حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی اجازت سے اس کتاب کے ساتھ استغاثہ اور دوسری دعائیں عہد نامہ وغیرہ بھی منسلک وشائع کی گئی اور حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی درگاہ شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶ کے ڈائرکٹر، ڈاکٹر محمد ابوالفضل فاروقی صاحب کی نگرانی میں یہ کارنامہ انجام دیا گیا۔ اب ۲۰۰۸ء میں مادر علمی جامعہ نظامیہ کی جماعت مولوی سال سندی کے بلند حوصلہ، باہمت جواں سال طلبہ نے ۱۳۷ سالہ جلسہ تقسیم اسناد وعطائے خلعت فضیلت وحفظ القرآن وگولڈ میڈلس و۹۳ سالہ عرس پر تقدس مقتدائے مسلمین، پیشوائے مومنین، قدوۃ الاولیاء، زبدۃ المشائخ واقف حقائق شیخ الاسلام حضرت الامام الشاہ الحافظ محمد انوار اللہ الفاروقی چشتی قادری افاض اللہ برکات علومہ وفیضانہ علینا کے موقع پر اس کو چوتھی مرتبہ مجلس اشاعۃ العلوم کے تحت شائع کر کے اپنے شیوخ کرام سے اٹوٹ عقیدت و محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان طلبہ کے اس اقدام کو صاحب کتاب کے فرزند آغوشی حضرت علامہ مولانا مفتی ابراہیم خلیل الہاشمی مدظلہ شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ کی اجازت وحمایت حاصل ہے۔ دیگر طلبہ کے لیے یہ ایک لائق تقلید مثال ہے۔ اللہ رب العزت بحرمت شیخ الاسلامؒ ان طلبہ کی کوشش کو قبول فرمائے اور اس تصنیف لطیف کے افادہ کو مزید عام وتام فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین والحمد للہ رب العالمین۔ فقط

خادم علم و علمائے گرامی

شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ

۱۹ مئی ۲۰۰۸ء

﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴾

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) جمعہ کے دن پہلی اذان کے بعد یہاں مسجدوں میں ائمہ مساجد منبر کے نیچے کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ اردو زبان میں تقریر کرنے کے بعد پانچ لمحہ سنت نمازوں کے لئے تھوڑا سا وقت دے کر دوبارہ دوسری اذان کے بعد بر سر منبر عربی میں دونوں خطبے پڑھتے ہیں تقریباً اڑھائی بجے نماز ختم ہوتی ہے جس سے اکثر مقتدیوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے؟

(۲) جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مذکورہ طریقہ کا وعظ سننا افضل ہے یا قرآن شریف پڑھنا یا اوراد و وظائف' سنن ونوافل پڑھنا افضل ہے؟

(۳) دوران وعظ میں جمعہ کے دن کسی عالم کا نام لے کر عمداً اٹاک کرنا یا شیعہ سنی کی بحث کرنا جس سے جماعت میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے کیا جائز ہے؟

(۴) یہاں بعض مسجدوں میں بعد نماز جمعہ ونماز فجر فاتحہ ومصافحہ کی عادت جاری ہے بعض مسجدوں میں نہیں اور کوئی بد اعتقادی نہیں باایں ہمہ ایک مولوی صاحب مذکورہ فاتحہ خوانی کو شرک و بدعت سیئہ بتاتے ہیں کیا وہ حق بجانب ہیں؟

(۵) نمازوں کے بعد امام ومقتدی جو دعاء جہر سے کرے یا اخفاء (آہستہ) سے کتب فقہ و حدیث سے جہر مستفاد ہوتا ہے یا اخفاء؟

براہ کرم ان سوالوں کا جواب از روئے شرع شریف کیا ہے عنایت فرما کر ہمیں ممنون فرمائیں۔

مورخہ غرہ شعبان ۱۳۷۸ء

الجواب وھو الموفق للصواب

(۱) یہاں بلدۂ حیدرآباد میں جس وقت حضرت مولانا انوار اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکومت

آصفیہ کے صدر الصدور تھے اور اردو میں خطبہ پڑھنے کی تحریک اٹھی تو حضرت علیہ الرحمہ نے رائے دی تھی کہ خطبہ سے پہلے اگر خطیب خطبہ کا ترجمہ سنا دیا کرے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا لیکن اسے حکماً جاری نہیں فرمایا حضرت کی وفات کے بعد مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی مرحوم جب صدر الصدور ہوئے اور حضرت علیہ الرحمہ کی تحریر شدہ تحریک کو دفتر میں ملاحظہ فرمایا تو بلدہ کے علماء کی ایک مجلس طلب کی کہ وہ اس رائے کے متعلق فیصلہ کریں غرض کے علماء جمع ہوئے مجلس ہوئی مگر انھوں نے حضرت کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور معاملہ ختم ہوا چنانچہ اب تک حیدرآباد کی بڑی مسجدوں کا ایسا ہی تعامل ہے۔

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اردو میں تقریر کرنا:

(۲) جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اردو میں تقریر کرنے سے صورۃً تین خطبے ہو جاتے ہیں اور جمعہ وعیدین مین مسنون دو ہی خطبے ہیں نیز مصلیوں کو تکلیف وایذاء رسانی بھی ہوتی ہے اسکے علاوہ حرج میں بھی پڑنے کا اندیشہ ہے اور حدیث شریف میں ہے یَسِّروا ولاتُعسِّروا یعنے آسانی کرو اور تنگی مت کرو۔ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو لمبی اور دراز نمازوں سے منع فرمایا اور فرمایا أفتان انت یا معاذ مصلیوں کی رغبت کے بغیر کسی شخص کو وعظ نہیں کرنا چاہیئے خصوص ایسی حالت میں جب کہ نمازی درود وظائف وقراءۃ سورۂ کہف میں مشغول ہوں تو ان کو انکے اشغال سے نہ نکالنا چاہیئے پہلی اذان کے بعد اکثر مصلی سنت پڑھتے ہیں وعظ سے ان کی نماز میں خلل واقع ہوگا جو ممنوع ہے۔ ہاں نماز جمعہ وسنن ودعاء کے بعد اگر مصلی راغب ہوں اور وعظ کیا جائے تو احسن ہوگا۔

دوران وعظ میں مذاہب باطلہ کا رد جائز ہے:

(۳) دوران وعظ میں مذاہب باطلہ کا رد جائز ہے مگر اس خوبی سے ہو کہ فتنہ نہ ہو نہ کسی خاص شخص پر طومار کرنے کی ضرورت ہے مگر شدید ضرورت کے وقت کہ عوام آگاہ ہو کر ایسے گمراہ وبدعتی اشخاص سے خلط ملط نہ کریں تو اس وقت کسی خاص شخصی کا نام لے کر تردید کرنے میں حرج نہ ہوگا مگر

احتیاط کا پہلو رکھا جائے اور سبّ وشتم وبدگوئی سے احتراز کیا جائے کیونکہ حکم ہے (وَجَادِلْهُم بِالَّتِی هِیَ احسَنُ) یہ بھی ارشاد ہے (وَلا تَسبُوا الذیو یَدعونَ من دونِ الله فَیَسُبُوا الله عدوًا بِغَیرِ عِلم) یعنے ان کے ساتھ عمدہ طریق سے مناظرہ کیجئے اور ارشاد ہے جو لوگ خدا کے سوائے اور اشیاء کی عبادت کرتے ہیں ان کے معبودوں کو گالیاں مت دو کیونکہ وہ اللہ کو گالیاں دیں گے ظالمانہ طور سے اور جہالت سے اوت حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لایَکُونَ المُسلِمُ لَعَانًا ولا طَعَانَ یعنے مسلمان لعن وطعن کرنے والا نہیں ہوتا۔

مگر اہل ہوی وبدعتی فرقوں کا رد کرنا ضروری ہے اگر ان کا رد نہ کیا جائے تو ان کے مبلغ ناواقف بھولے بھالے مسلمانوں کو بھٹکاتے رہیں گے اور عوام الناس گمراہ ہوں گے اور دین کی حفاظت علماء ہی سے متعلق ہے تو علماء اگر دین حق کی تائید نہ کریں تو دین کا ضیاع ہوگا نعوذ باللہ جس کی ذمہ داری اہل علم پر ہوگی ہاں اگر کوئی غیر محقق شخص ایسی حرکت کرے تو اسے روکنا ضروری ہے خصوص مساجد میں منبروں پرتا کہ باطل کی ترویج نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

(۴) نماز فجر وعصر اور جمعہ کی نماز کے سنن سے فارغ ہونے کے بعد دعاء کے ختم پر فاتحہ واخلاص اور ان کے سوا دیگر سورتیں پڑھنے کی ممانعت شرع میں وارد نہیں بلکہ ان کے پڑھنے کی ترغیب حدیثوں میں وارد ہے اور ان کے پڑھنے کے فضائل میں احادیث بکثرت آئے ہیں کتب فقہ میں بھی اس کے پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اللہ تعالی شانہ نے فاتحہ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم فرمایا ہے نیز احادیث میں بھی ایسا وارد ہے صحیح بخاری اصح المطابع صفحہ ۶۴۲ اور ۷۴۹ میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا بطور خاص نماز کی حالت سے صحابی ابو سعید کو بلا کر فاتحہ کی تعلیم دینا:

عن ابی سعید بن المعلی رضی الله عنه قال کنت اصلی فی المسجد فدعانی رسول الله ﷺ فلم اجبه فقلت یا رسول الله ﷺ انی کنت فی الصلوة فقال الم یقل الله استجیبوا لله وللرسول اذا دعاکم ثم قال لی لأعلمنک سورة

هی اعظم السور فی القران قبل ان تخرج من المسجد ثم اخذ بیدی فلما اراد ان یخرج قلت له الم تقل لأعلمنک سورة هی اعظم سورة من القرآن قال الحمد لله رب العالمین هی السبع المثانی والقرآن العظیم الذی اوتیته. اھ

(ترجمہ) بخاری شریف کے صفحہ ۶۴۲ اور ۷۴۹ میں ہے۔ حضرت ابو سعید ابن معلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے بلایا تو میں نہیں گیا (نماز سے فراغت کے بعد) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز میں تھا اس لئے میں نے جواب نہیں دیا فرمایا کیا اللہ نے نہیں فرمایا کہ اللہ کی دعوت اور رسول کی دعوت قبول کرو جب تم کو بلائیں پھر فرمایا البتہ میں تم کو ایسا سورہ سکھاؤں گا جو (مرتبہ میں) قرآن کے تمام سورتوں سے بڑا ہے پھر آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کے تمام سورتوں میں بڑا سورہ سکھاؤں گا تو آپ نے ارشاد فرمایا الحمد لله رب العالمین وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عنایت کیا گیا۔

اور کنز العمال کے کتاب القراءۃ میں بحوالہ سنن بیہقی صفحہ ۲۰۸ جلد ۴ میں ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان فی القرآن لسورة ما انزل علی مثلها فسألها اُبی عنها فقال انی لأرجو أن لا تخرج من الباب حتی تعلمها فجعلت اتبطأ فساله ابی عنها فقال کیف تقرء فی صلاتک فقال ام الکتاب فقال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده ما انزل فی التوراة والانجیل والقرآن اوقال الفرقان مثلها انها سبع المثانی والقرآن العظیم الذی اعطیته.

ترجمہ: کنز العمال کی چوتھی جلد صفحہ ۲۰۸ میں بحوالہ سنن بیہقی مذکور ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ البتہ قرآن میں ایک سورہ ایسا ہے کہ مجھ پر اس کے مانند کوئی دوسرا سورہ نہیں اترا تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق آپ سے عرض کیا آپ نے ارشاد فرمایا میں امید رکھتا ہوں کہ تم مسجد سے نکلنے نہ پاؤ گے کہ تم کو معلوم ہو جائے گا میں کہنے لگا

(یعنے دروازہ کے قریب کہ کہیں آپ بھول تو نہ گئے) تو ابی بن کعب نے اس کے متعلق پھر عرض کیا فرمایا نماز میں قراءت کیوں کر پڑھتے ہو۔ ابی بن کعب نے عرض کیا کہ ام الکتاب یعنے فاتحہ پڑھتا ہوں فرمایا اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے تورات و انجیل و قرآن میں اور ایک روایت میں فرقان کا لفظ ہے اس کے مانند دوسرا سورہ نہیں اتارہ گیا ہے وہ سبع مثانی ہے اور جو مجھے دیا گیا ہے اس میں وہ قرآن عظیم ہے یعنے تمام قرآن کے سورتوں سے شان میں بڑا ہے۔

اور امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے لواقح الانوار صفحہ ۴۱ میں ذکر کیا ہے۔ روی البزار و رجاله رجال الصحيح الا واحد ا مرفوعا اذا و ضعت جنبک الى الارض (يعنى الفراش) و قرأت فا تحة الكتاب و قل هو الله احد فقد امنت من كل شئى الا الموت الخ . (ترجمہ) یعنے امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے لواقح الانوار صفحہ ۴۱ میں نقل فرمایا ہے کہ بزار نے حدیث روایت کی ہے اور اس کے راوی سوائے ایک کے سب صحیح بخاری کے راوی ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تورات میں نیند کے لئے لیٹے اور سورۂ فاتحہ اور قل هو الله احد پڑھے تو سوائے موت کے تمام بلیات سے محفوظ و بے پرواہ ہوگا۔

فاتحہ محافظ بلیات شفاء اور زہر کا تریاق:

اور صحیح بخاری کے صفحہ ۳۰۴ اور ۷۴۹ میں ہے: عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال كنا فى مسير لنا فجاء ت جارية فقالت ان سيد الحى سليم وان نفر ناغيب فهل منكم راق فقام معها رجل ما كنا نأبنه برقية فرقاه فبرء فامر له بثلاثين شاة و سقانا لبنا فلما رجع قلنا له اكنت تحسن رقية او كنت ترقى قال لا رقيت الا بام الكتب و قلنا لا تحدثوا شئيا حتى نأتى او نسال النبى ﷺ فلما قدمنا المدينة ذكرناه النبى ﷺ فقال وما كان يدريه انها رقية اقسموا واضربوا الى بسهم. اه

یہ روایت مختصر ہے دوسری میں اس سے زیادہ بسط ہے (ترجمہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سفر پر تھے تو ایک باندی آئی اس نے کہا کہ قبیلہ کے سردار کو زہریلے جانور نے کاٹا ہے اور ہمارے لوگ موجود نہیں ہیں کیا تم میں سے کوئی منتر جانتا ہے تو ایک شخص ہم میں سے اس کے ساتھ اٹھ کر گیا اور ہم اس کو منتر جاننے والا نہیں سمجھتے تھے اس نے قبیلہ کے سردار پر منتر پڑھا اور وہ اچھا ہو گیا تو اس نے تیس بکریاں دیں اور ہم کو دودھ پلایا جب ہمارا ساتھی واپس آیا تو ہم نے اس سے پوچھا کہ تو منتر جانتا ہے کہا نہیں میں نے اس پر فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو ہم نے کہا کہ کام ایسے ہی موقوف رکھو جب تک ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر دریافت نہ کرلیں (یعنے بکریوں کے لینے نہ لینے کے متعلق) جب ہم مدینہ منورہ واپس ائے تو ہم نے حضرت نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تو فرمایا اسے کیسا معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ منتر ہے یعنے اس کے پڑھنے سے زہر اترتا ہے، بکریوں کو تقسیم کرلو اور میرا حصہ بھی اپنے ساتھ مقرر کرو۔

ملاحظہ ہو کہ حضرت نبی کریم ﷺ سے سنے بغیر (صحابی نے) سورۂ فاتحہ پڑھ کر زہر اتارا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا عظیم الشان سورہ ہے کہ ہر مشکل میں اس سے کام لے سکتے ہیں اور ہر بھلائی کے لئے اسے تبرکا استعمال کر سکتے ہیں اور اس کا استعمال موجب برکات ہے اور یہ سورہ حامل برکات و کرامات ہے۔ اس لئے اس کا ایک نام سورۂ شفاء بھی ہے علماء مشائخین نے ہمیشہ اس کو دم چھو، علاج و معالجہ میں استعمال کیا ہے اور کرتے آئے ہیں جس سے مخلوق خدا کو فائدہ بھی ہوتا ہی ہے فرض نمازوں کے بعد سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، اور آیۃ الکرسی، کی ترغیب بہت سی احادیث میں آئی ہے اور اس کے پڑھنے کے بڑے فضائل بیان کئے گئے ہیں ان سب احادیث کو بیان کرنا موجب طوالت ہے بطور اختصار ذیل میں چند حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔

فرض نمازوں اور جمعہ کے بعد مروجہ فاتحہ کا جواز حدیث شریف سے:

کنزل العمال جلد ۴ صفحہ ۱۶۴ میں مذکور ہے: من قرأ بعد الجمعة بفاتحة الكتاب، وقل هو الله احد وقل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس حفظ مابينه و بين الجمعة

الاخری (ش) عن اسماء بنت ابی بکر رضی الله عنهما یعنے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت اسول اکرم ﷺ نے جس شخص نے جمعہ کی نماز کے بعد سورۂ فاتحہ" سورۂ اخلاص" سورۂ فلق" سورۂ ناس" کی تلاوت کی تو دوسرے جمعہ تک (بلیات وآفات ومصائب) سے محفوظ رہے گا۔

قاری فاتحہ کو جنت دیدار الٰہی کا مژدہ:

عمل الیوم واللیلة صفحہ۴۳ میں ہے حدثنا ابو جعفر بن بکر حدثنا محمد بن زنبور المکی حدثنا الحارث بن عمیر عن جعفر بن محمد عن ابیه وعن جده عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان فاتحة الکتاب و آیة الکرسی و الآیتین من آل عمران شهد الله انه لا اله الا هو .قل اللهم ما لک الملک الی قوله و ترزق من تشاء بغیر حساب معلقات ما بینهن و بین الله عز و جل حجاب' لما اراد الله ان ینز لهن تعلقن بالعرش قلنا ربنا تهبطنا الی ارضک و الی من یعصیک فقال الله عزو جل :بی حلفت لا یقرء کن احد من عبادی دبر کل صلاة الا جعلت الجنةمثواه علی ما کا ن فیه والا اسکنة حظیرة القدس والا نظرت الیه بعینی المکنونة کل یوم سبعین نظرة و الا قضیت له کل یوم سبعین حاجة ادناه المغفرة و الا اعذئة من کل عدوو نصرته منه و لا یمنعه من دخول الجنة الا الموت اه.

(ترجمہ) ابن سنی نے مسلسل سند سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور سورۂ آل عمران کی دو آیتیں شهد الله انه لا اله الا هو اور قل الهم ما لک الملک سے ترزق من تشاء بغیر حساب تک عرش کے ساتھ معلق ہیں اور اللہ جل شانہ اور ان کے درمیان کوئی حجاب نہیں جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین پر نازل کرنے کا ارادہ فرمایا تو فاتحہ اور دونوں آیتوں نے عرش کو پکڑ کر عرض کیا کہ ہمارے

رب تو ہم کو زمین پر نازل کرنے کا ارادہ فرمارہا ہے اور ایسے لوگوں کے پاس بھیجتا ہے جو کہ تیری نافرمانی کرتے ہیں فرمایا میری قسم کہ جو شخص بھی تم کو نمازوں کے بعد پڑھے گا اس کو تمام نعمتوں کے ساتھ جنت دوں گا اور اس کو خطیرۂ قدس میں بساؤں گا اور میری خاص آنکھ سے اسکو ہر دن ستر مرتبہ دیکھوں گا اور اس کے ستر کام پورے کروں گا اس میں سب سے ادنی اس کی مغفرت ہوگی اور اس کو دشمن سے محفوظ رکھوں گا اور اس کو مدد دوں گا اور اس کے جنت میں داخل ہونے میں صرف موت ہی مانع ہوگی یعنی مرتے ہی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اور عمل الیوم واللیلۃ کے صفحہ ۱۲۱ '۱۲۲ میں مذکور ہے۔ اخبر نا محمد بن هارون الحضرمی حدثنا سلیمان بن عمروبن خالد ثنا ابی ثنا الخیل بن مرة عن عبیدالله عن ابن ابی ملیکه عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من قرأ بعد صلاة الجمعة قل هو الله احد وقل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس سبع مرات اعا ذه الله عزو جل من السنوالی الجمعة الاخری .

(ترجمہ) ابن سنی عمل الیوم واللیلہ میں اپنی سند سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز جمعہ کے بعد قل هو الله احد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سات سات مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے جمعہ تک مصائب وآفات سے اپنی پناہ میں رکھیں گے۔

اگر فاتحہ کا پڑھنا شرک وبدعت ہے تو دنیا میں توحید ہے ہی نہیں:

اور عمل الیوم و اللیله کے صفحہ ۱۲۲ میں ہے .اخبر حامد بن شعیب البلخی حدثنا بشر بن الولیدالقاضی ثنا ابو عقیل عن عمرو بن قیس الملائی قال بلغنی انه من صام یوم الاربعاء و الخمیس و الجمعة ثم شهد الجمعة مع المسلمین ثم ثبت لتسلیم الامام ثم قرأ فاتحة الکتاب و قل هو الله احد احد عشر مرة ثم مدیده الی

اللـه عزو جل ثم قال اللهم انی اسئلک باسمک الاعلی الاعلی الاعلی الأعز الأعز الاکرم الاکرم الاکرم لااله الا الله الاجل الاجل العظیم الاعظم لم یسأل شیئا الا اعطاه عاجلا او آجلا و لکنکم تعجلون.

(ترجمہ) عمرو بن قیس ملائی محدث فرماتے ہیں مجھے حدیث پہونچی ہے کہ اگر کوئی شخص چہارشنبہ جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھکر نماز جمعہ میں نماز سے فراغت تک لوگوں کے ہمراہ رہے اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور قل هو الله احد گیارہ مرتبہ پڑھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہاتھ اٹھائے اور ذیل کی دعا پڑھے۔ اللهم انی اسئلک باسمک الاعلی الاعلی الاعلی الاعز الاعز الاکرم الاکرم الاکرم لااله الا الله الاجل الاجل العظیم الاعظم ۔تو جو حاجت مانگے گا رب العزت اسے عطا فرمائے گا فی الحال ہو یا آئندہ لیکن تم تو فی الحال چاہتے ہو یعنی جلدی کرتے ہو اور صبر نہیں کرتے۔

ان احادیث صریحہ کے بعد (جو کہ فاتحہ اور اخلاص ومعوذتین وغیرہ آیات وسورتیں نمازوں کے بعد پڑھنے کے فضائل میں وارد ہیں) جو شخص نمازوں کے بعد ان کے پڑھنے کو شرک وبدعت کہتا ہے وہ بڑا ہی جری ہے کہ اللہ جل شانہ کے دین میں اختراع کرتا ہے۔ کیا ایاک نعبد و ایاک نستعین اور قل هو الله احد شرک وبدعت ہے یا قامع شرک؟ اگر اس کے پڑھنے سے شرک و بدعت لازم آتی ہے تو دنیا میں پھر توحید ہے ہی نہیں! ان ہی سورتوں کو اللہ تعالیٰ نے شرک وبدعت کے قلع قمع کرنے کے لئے نازل فرمایا ہے. سبحانک هذا بهتنان عظیم۔

نمازوں کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے:

نمازوں کے بعد سورۂ فاتحہ کو در مختار کی کتاب الکراہیۃ جلد۵ صفحہ ۲۱۸ مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر بر حاشیہ ردالمحتار میں مستحب بتلایا ہے۔ اور اس کی تائید ردالمحتار نے کی ہے اس کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ قرائة الفاتحة بعد الصلوة جهر اللمهمات بدعة قال اشتاذ نا لکنها

مستحسنة للعادة و الآ ثار اه رد المحتار میں اسپر شرح لکھی ہے (قوله قال استاذنا) هو البدیع استاذ صاحب المجتبی و اختار الامام جلال الدین ان کا نت الصلوة بعدها سنة یکره و الافلا اه عن الهندیه (ترجمہ) سورۂ فاتحہ نمازوں کے بعد جہر سے پڑھنا حاجت روائی کے لئے بدعت ہے ہمارے استاذ نے کہا ہے لیکن یہ بدعت حسنہ ہے بسبب لوگوں کی عادت اور حدیثوں کی وجہ سے یعنے مسلمانوں میں اس کے پڑھنے کی عادت ہے اور فضائل میں اس کے احادیث بھی وارد ہیں اس لئے اس کا پڑھنا نمازوں کے بعد مستحسن امر ہے۔

اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں اسی مقام پر لکھا ہے استاذ سے مراد امام بدیع الدین ہیں جو کہ زاہدی مجتبیٰ شرح مختصر القدوری کے مصنف کے استاذ ہیں اور امام جلال الدین کے پاس مختار یہ ہے کہ اگر نماز کے بعد سنن ہوں تو پڑھنا مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ایسا ہی علامہ سید احمد طحطاوی مصری نے فتاوی عالمگیریہ سے نقل کیا ہے اور قنیة المنیه للزاهدی طبع کلکتہ صفحہ ۵۱ میں ہے قوم یجتمعون و یقرؤن الفاتحه جهرا دعاء لا یمنعون و الاولی المخافتة (ج) (ترجمہ) قنیہ طبع کلکتہ صفحہ ۵۱ میں ہے ایک قوم اگر ملکر جہر سے فاتحہ پڑھتی ہے تو ان کو نہ روکا جائے بسبب لوگوں کی عادت کے لیکن اولی یہ ہے کہ آہستہ پڑھیں اس میں عادت کو حجت میں پیش کرنا اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ لا تجتمع امتی علی الضلالة یعنے میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی اور اسکی جانب علیکم بالجماعة فمن شذ شذ فی النار یعنے تم جماعت کو چھوڑ کر تنہا مت ہو جاؤ کیونکہ جو جماعت مسلمین سے علحدہ ہوا وہ آگ میں تنہا رہے گا اس کے علاوہ عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں بھی نمازوں کے بعد فاتحہ پڑھنے کو جائز بتایا ہے بغرض اختصار اس کی نقل یہاں ترک کردی گئی۔

رہا یہ کہ فقہ کی کتابوں میں بدعت حسنہ سے اس کی تعبیر کی گئی ہے اور مراد اس سے استحباب ہے تو جس جزئیہ میں احادیث وارد ہوں وہ بدعت کیوں کر ہوسکتا ہے تو غالبا اس کے ملکر جہرا پڑھنے کو بدعت حسنہ کہا ہو ورنہ اصل مسئلہ تو مستحب ہی ہے کیونکہ نمازوں کے بعد اس کے پڑھنے کی ترغیب آئی

ہے اس کے احادیث اوپر گزر چکے ہیں اور اب اس کے جہر سے پڑھنے کا عمل بھی باقی نہیں۔ البتہ اتنا شبہ یہاں پیدا ہوسکتا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کل بدعة ضلالة تو یہ بدعت حسنہ کیوں کر ہوسکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث سے مستفاد ہوتا ہے اور نیز تعامل سے صحابہ اور تابعین کے کہ بدعت صرف سیئہ نہیں بلکہ حسنہ اور فرض وواجب بھی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے من احدث فی امرنا ما لیس منه فهو رد علیه یعنے ہمارے دین میں جس نے ایسی چیز ایجاد کی جو کہ دین سے نہ ہو تو وہ اسکے موجد پر رد ہے یعنے مقبول ہے نیز فرمایا من سن سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل علیها یعنے جس نے اچھی سنت کی بنیاد ڈالی تو اس کے لئے اس سنت کا اجر ملے گا اس لئے علماء و مجتہدین امت نے اس کی متعدد قسمیں بتلائی ہیں۔

بدعت کی پانچ اقسام ہیں:

ردالمحتار جلد ا صفحہ ۵۸۵ طبع عامرہ مصر میں ہے۔ (قوله ای صاحب بدعة 'ای محرمة والا فقد تکون واجبة کنصب الادلة للرد علی اهل الفرق الضالة و تعلم النحو المفهم الکتاب و السنة و مندوبة کاحداث نحو رباط و کل احسان لم یکن فی الصدر الاول و مکروهة کزخرف المساجد و مباحة کالتوسع بلذیذ الماکل و المشارب کما فی شرح الجامع الصغیر للمناوی عن تهذیب النووی. اه

(ترجمہ) یعنے بدعت کے پانچ قسم ہیں ا۔محرمہ' ۲۔واجبہ' ۳۔مندوبہ' ۴۔مکروہہ' ۵۔مباحہ۔
واجبہ: جیسے گمراہ فرقوں کی تردید کرنا اور اسپر دلائل قائم کرنا اور قرآن و حدیث کے سمجھنے کیلئے صرف ونحو کا سیکھنا۔ مندوبہ جیسے سرحد پر مجاہدین کیلئے مکانات و مسافرخانے بنانا یا علم کی تحصیل کے لئے مدرسے بنانا اور ایسی بھلائی کے کام کرنا جو کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے زمانے میں رائج نہ تھے۔ مکروہہ: جیسے مسجدوں کو نقش و نگار کرنا۔ مباحہ: جیسے اقسام کے لذیذ کھانوں اور عمدہ مزین لباس کا استعمال کرنا اس کو مناوی نے جامع صغیر کی شرح میں امام نووی کی تہذیب سے نقل کیا ہے اور طریقہ محمدیہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

تہذیب النووی جلد اول صفحہ ۲۲ میں ہے۔ قال الشیخ الامام المجمع علی امامته و جلالته و تمکنه فی انواع العلوم و براعته ابو محمد عبد العززر بن عبد السلام رحمه الله فی آخر کتاب القواعد البدعة منقسمة الی و اجبة و محرمة و مندوبة و مکروهة و مباحة قال و الطریق فی ذالک ان تعرض البدعة علی قواعد الشریعة فان دخلت علی قواعد الایجاب فهی واجبة او فی قواعد التحریم فمحرمة او الندب فمندوبة او المکروه فمکروهة او المباح فمباحة .وللبدع الواجبة امثلة منها الاشتغال بعلم النحو الذی یفهم منه کلام الله تعالی و کلام الرسول ﷺ و ذلک واجب لأن حفظ الشریعة واجبا و لا یتأتی حفظها الا بذلک وما لا یتم الواجب الابه فهو واجب' الثانی" حفظ غریب الکتاب و السنة من اللغة 'الثالث تدوین اصول الدین و اصول الفقه' الرابع الکلام فی الجرح والتعدیل و تمیز الصحیح من السقیم و قد دلت قواعد الشریعة علی ان حفظ الشریعة فرض کفایة فیها زاد علی المتعین و لا یتأتی ذلک الابما ذکرنا .وللبدع المحرمة امثلة منها مذاهب القدریة والجبریة و المرجیئة والمجسمة والرد علی هؤلاء من البدع الواجبة' وللبدع المندوبة امثلة منها احداث الربط والمدارس و کل احسان لم یعهد فی العصر الاول ومنها التراویح والکلام فی دقائق التصوف و فی الجدل و منها جمع المحافل للاستدلال ان قصد بذلک وجه الله' و للبدع المکروهة امثلة کزخرفة المساجد و تزویق المصاحف' وللبدع المباحة امثلة منها المصافحة عقب الصبح و العصر و منها التوسع فی اللذیذ من المآکل و المشارب والملابس و المساکن ولیس الطیالسة و توسیع الاکمام' و قد یختلف فی ذلک فیجعله بعض العلماء من البدع المکروهة و یجعله آخرون من السنن

المفعولة فی عهد رسول الله ﷺ فما بعده و ذلک کالاستعاذة فی الصلاة والبسملة 'هذا آخر کلامه و روی البیهقی باسناده فی مناقب الشافعی عن الشافعی رضی الله عنه قال المحدثات من الامور ضربان احدهما ما یخالف کتابا او سنة او اثر او اجماعا فهذه البدعة الضلالة والثانیة ما احدث من الخیر لا خلاف فیه لواحد من العلماء و هذه محدثة غیر مذمومة و قد قال عمر رضی الله عنه فی قیام شهر رمضان نعمت البدعة هذه یعنی انها محدثة لم تکن و اذ کانت لیس فیها رد لما مضی .هذاآخر کلام الشافعی رضی الله عنه. اه

(ترجمہ) امام نووی کی تہذیب جلد اصفحہ ۲۲ میں ہے شیخ امام جن کی بڑائی اور امامت اور تمام علوم میں کامل دسترس و مہارت پر علماء امت کا اتفاق ہے۔عزالدین ابومحمد عبدالعزیز بن عبدالسلام مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب القواعد کے اخیر میں لکھا ہے کہ بدعت کی تقسیم واجب' حرام' مستحب' مکروہ' اور مباح کی جانب ہوتی ہے فرمایا اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کو شریعت کے قواعد پر پیش کیا جائے اگر واحد کے قاعدوں میں آجائے تو وہ واحب ہوگی اگر حرام کے قواعد کے تحت آجائے تو حرام ہوگی۔مستحب کے قواعد کے تحت مستحب مکروہ کے تحت مکروہ اور مباح کے تحت مباح میں داخل ہوگی۔واجب بدعتوں کی مثالیں جیسے علم نحو سیکھنا جس کے ذریعہ اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا کلام سمجھ سکیں کیونکہ شریعت کی حفاظت فرض ہے اور بغیر نحو کے حفاظت نہیں ہوسکتی اور جس شئے کے بغیر فرائض پورے نہیں ہوتے وہ بھی فرض ہوتی ہے۔دوسری شئی قرآن وحدیث کے نادر لغات حاصل کرنا۔تیسرے عقائد اور اصول فقہ کی تدوین چوتھے رواۃ حدیث کی کیفیت وحیثیت معلوم کرنا کہ آیا وہ ثقہ ہیں یا غیر ثقہ اور صحیح حدیث کو غیر صحیح حدیث سے ممیز کرنا شریعت کے قواعد بتلا رہے ہیں کہ پوری شریعت کی حفاظت کرنا فرض کفایہ ہے اور اس فرض کفایہ کی ادائی بغیر ان علوم کے ایجاد و تعلیم کے نہیں ہوسکتی اور حرام بدعت کی بھی مثالیں ہیں منجملہ اس کے قدریہ مرجیہ مجسمہ وغیرہ

فرقوں کا پہچاننا اور ان پر رد کرنا بدعت فرض ہے اور بدعت مستحبہ کی مثالیں ہیں منجملہ ان کے سرحدوں پر مجاہدین کیلئے سرائے بنانا اور مدرسے بنانا اور ایسا ہی ہر نیک کام جو کہ صدر اول میں نہ تھا اس کا قائم کرنا اور منجملہ ان مستحب بدعات کے تراویح رمضان میں قائم کرنا' اور تصوف کے باریک و دقیق مسائل میں کلام کرنا اور مناظرے سیکھنا اور اسکی باریکیاں معلوم کرنا کرانا اور دلائل قائم کرنے کیلئے مجالس اور محفلیں منعقد کرنا۔مکروہ بدعت کی مثالیں جیسے مسجدوں میں نقش ونگار کرنا اور قرآن کریم کو مزین کرنا اور مباح بدعتوں کی مثالیں جیسے فجر وعصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور عمدہ لذیذ کھانے پینے اور عمدہ کپڑوں کا استعمال اور عمدہ امکنہ میں رہنے اور طیلسان پہننے اور کشادہ آستین کا استعمال اوپر کے گزرے ہوئے بعض مسائل میں بعض علماء کا اختلاف بھی ہوا کیا ہے کہ کسی چیز کو بعض نے مکروہ اور بعضوں نے سنن سے گنا ہے جن کا فعل آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہوا کرتا تھا جیسے نماز میں اعوذ باللہ بسم اللہ پڑھنا (یہاں امام عزالدین رحمہ اللہ کا کلام ختم ہوگیا جیسے انھوں نے کتاب القواعد میں تحریر فرمایا ہے)۔

اور امام بیہقی نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی مناقب میں اپنی سند سے امام موصوف سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نو پیدا امور کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ ایسی چیز ایجاد ہو کہ وہ قرآن و حدیث اور صحابی کے قول یا اجماع کے خلاف ہو تو یہ بدعت گمراہی ہے (یعنے بدعت سیۂ ہے) اور دوسری قسم وہ ہے کہ بھلائیوں کی کوئی چیز ایجاد کی جائے کہ اس میں کسی عالم کا اختلاف نہ ہو۔یہ نو ایجاد مذموم نہیں ہے حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ماہ رمضان کے قیام (تراویح) کے متعلق فرمایا کیا ہی اچھی بدعت ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ یہ ایسی شئی ہے اس کے قبل موجود نہ تھی اور ایسی چیز ہے کہ اس میں کسی گزری ہوئی سنت کی تردید نہیں (یہاں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا کلام ختم ہوا)۔

ہر بدعت گمراہی نہیں:

امام نووی نے مسلم کی شرح میں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ کی شرح مشکوۃ میں بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں اسی کے مانند ذکر کیا ہے۔ان مذکورہ ائمہ کے کلام سے یہ مستفاد

ہوا کہ کل بدعۃ ضلالۃ کا مطلب یہ ہے کہ کل بدعۃ سیئۃ ضلالۃ یعنے ہر بری بدعت گمراہی ہے کتاب وسنت پر پیش کرنے کے بعد وہ بری ثابت ہوئی تو وہ گمراہی ہوگی جیسے کہ امام عزالدین کے مثالوں میں اس کی تصریح آ گئی ہے نہ کہ ہر بدعت ضلالت ہوگی ورنہ کئی احادیث کو ترک کرنا پڑے گا اور اس صورت میں احادیث کی تطبیق ہو جاتی ہے کسی کا ترک کرنا لازم نہیں آئے گا۔ اور یہ تطبیق بڑے بڑے ائمہ حدیث نے کی ہے حضرت امام اعظم اور آپ کے شاگردوں سے تو فقہ حنفیہ میں بدعت حسنہ کے جزئیات متعدد مقامات پر مروی ہیں جیسے اذان کے بعد دوبارہ نماز کیلئے اعلان کرنا۔ اور حضرت امام شافعی کی صراحت بھی اوپر نقل ہو چکی اور آپس کے مذہب کے جلیل القدر دو امام' امام شرف الدین نووی اور امام عزالدین بن عبدالسلام المقدسی کی بدعت کے متعلق تفصیل بھی اوپر تہذیب سے نقل ہو چکی ہے۔ جس سے مسئلہ دونوں مذہب سے واضح ہو چکا اور اس میں کوئی شبہ باقی نہ رہا کہ ہر بدعت گمراہی نہیں۔

رہا یہ کہ اوپر ردالمختار سے نقل کیا گیا کہ امام جلال الدین نے فرمایا کہ جن نمازوں کے بعد سنن ہیں جیسے ظہر جمعہ' مغرب' عشاء کہ ان کے بعد فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ سنت وفرض کے مابین فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اگر وہ سنت کے بعد دعاء کریں اور اس کے بعد فاتحہ پڑھیں تو ان کے اس قول سے اس کی کراہت نہیں معلوم ہوتی اور فرض وسنن کے درمیان فاتحہ پڑھنا اس لئے مکروہ ہے کہ یہ مقام مقام فصل ہے۔ ادعیہ و ورد وظائف پڑھنے کا مقام نہیں بلکہ فرض وسنت کے مابین **اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یاذاالجلال** کی مقدار سے زائد ٹھہرنا مذہب حنفی میں مکروہ ہے اتنی مقدار توقف کرنے کے بعد جملہ سنن پڑھنے کیلئے کھڑے ہو جانا چاہیئے تا کہ سنن اپنے مقام سے مؤخر نہ ہوں اگر مؤخر ہو جائیں تو بعض فقہاء کے پاس سنت قضاء ہو جاتی ہے اور بعض کے پاس اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔

امام کا بعد نماز فجر وعصر قبلہ سے منہ پھیر کر بیٹھنا مستحب ہے:

جیسا کہ **مبسوط السرخسی جلد ۱ صفحہ ۳۸ میں ھے اذا سلم الامام ففی**

الفجر و العصر یقعد فی مکانہ لیشتغل بالدعاء لانہ لا تطوع بعد ھما و لکنہ ینبغی ان یستقبل القوم بوجھہ ولا یجلس کما ھو مستقبل القبلۃ و ان کان خیر المجالس ما استقبلت للأثر المروی جلوس الامام مستقبل القبلۃ بدعۃ و کان ﷺ اذا اصلی الفجر استقبل بوجھہ الخ اور اسی مقام پر مبسوط میں یہ بھی مذکور ھے **واما الظھر والعشاء والمغرب یکرہ لہ المکث قاعدا لأنہ المندوب الی التنفل والسنن لجبر نقصان تمکن فی الفرائض فیشتغل بھا و کراھۃ القعود فی مکانہ مروی عن عمرو علی و ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ عنھم۔ اھ**

(ترجمہ) فجر وعصر کی نماز سے جب امام فارغ ہو جائے تو بیٹھ جائے اپنی جگہ تا کہ دعاء میں مشغول ہو کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بعد سنن ونوافل نہیں ہیں لیکن چاہیئے کہ مقتدیوں کی جانب منہ پھیر کر بیٹھے اور ایسا ہی قبلہ رخ نہ بیٹھا رہے اگرچہ کہ بہترین بیٹھک وہی ہے جو روبقبلہ ہو اور یہ اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے امام کا روبقبلہ بیٹھنا بدعت ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ جب فجر وعصر سے فارغ ہوتے تو مقتدیوں کی جانب منہ پھیر لیتے اور مبسوط کے اسی صفحہ میں ہے کہ (امام) کا ظہر عشاء مغرب کے فرض کے بعد اپنی جگہ بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ اس کو اس وقت سنت پڑھنے کے متعلق ترغیب دیگئی ہے اور سنن اس نقصان کو پورا کرنے کیلئے ہیں جو فرض نماز میں واقع ہو تو اس لئے سنت پڑھنے میں مشغول ہونا چاہیئے (نہ کہ بیٹھکر ادعیہ واذکار میں)۔

اور امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب الاصل کے کتاب الصلاۃ (قلمی) صفحہ ۴ میں ہے: **قلت ارایت الامام اذا فرغ من صلاتہ أیقعد فی مکانہ الذی یصلی فیہ او یقوم قال اذا کانت صلاۃ الظھر اولمغرب او العشاء فانا اکرہ لہ ان یقعد فی مقعدہ حین یسلم وأحب الی ان یقوم و اما العصر و الفجر فان شاء قام وان شاء قعدا اھ۔** (ترجمہ) میں نے دریافت کیا کہ فرمایئے کہ امام جب نماز سے فارغ ہو تو اسی جگہ بیٹھ رہے جہاں اس نے نماز

ادا کی یا اٹھ جائے تو فرمایا اگر نماز ظہر، مغرب یا عشاء ہو تو میں اس مصلی کے اسی جگہ بیٹھے رہنے کو مکروہ سمجھتا ہوں بلکہ میں اسے پسند کرتا ہوں کہ وہ نہ بیٹھے بلکہ کھڑا ہو جائے (یعنے سنن کی ادائی کے لیئے)اس کے برخلاف عصر اور فجر میں اس کو اختیار ہے چاہے تو کھڑا ہو جائے (یعنے چلا جائے) یا اپنی جگہ بیٹھا رہے (درود و دعاء کے لیئے) اور فتاوی عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۷ میں ہے و فی الحجة اذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع فى السنة ولا يشتغل بأرعية طويلة كذا فى التتار خانيه اھ (ترجمہ) فتاوی عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۷ میں ہے فتاوی حجة میں مذکور ہے کہ جب ظہر مغرب عشاء کی نماز سے مصلی فارغ ہو تو سنن پڑھنا شروع کرے اور لمبی دعاؤں میں مشغول نہ ہو۔ الدر المختار بر حاشیہ رد المحتار جلد اول صفحہ ۵۵۲ طبع عامرہ مصر میں ہے ویکرہ تاخیر السنة الا بقدر اللھم انت السلام الخ (ترجمہ) اور مکروہ ہے سنن کو فرائض سے مؤخر کرنا مگر بقدر اللهم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال و الاكرام اور اسی مقام پر رد المحتار میں ہے لما رواه مسلم و الترمذى عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله ﷺ لا يقعد الا بمقدار ما يقول انت السلام و منک السلام تبارکت يا ذاالجلال والاكرام (ترجمہ) اس لئے کہ مسلم اور ترمذی نے ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت کی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ (نماز کے بعد) نہیں بیٹھتے تھے مگر اللهم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاكرام کے مقدار صحیح مسلم طبع علیمی کی جلد اول صفحہ ۲۱۸ میں اور ترمذی مجتبائی صفحہ ۶۹ میں حدیث مذکور بعینہ و بلفظہ موجود ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب الاثار طبع انوار محمدی صفحہ ۲۶ میں ہے اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابى الضحى عن مسروق ان ابا بكر الصديق رضى الله عنه اذا سلم فى الصلاة كأنه على الرضف الحجارة الحماة حتى ينفتل قال محمد و به ناخذ وهو قول ابى حنيفة اھ۔ امام اعظم سے روایت کی انھوں نے حماد سے انھوں نے ابو

الضحی سے انھوں نے مسروق سے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب فرض نماز کا سلام پھیرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ تپتی ہوئی کنکریوں پر ہیں اتنا جلدی اٹھ جاتے۔

فقہائے حنفیہ نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو ان نمازوں پر حمل کیا ہے جن کے بعد سنن ہوں کیونکہ فجر و عصر کے بعد آنحضرت ﷺ کا قوم کی جانب چہرۂ مبارک پلٹا کر بیٹھنا بقیہ احادیث سے ثابت ہے۔ رہا یہ کہ مختلف احادیث میں جو نمازوں کے بعد اذکار ادعیہ کا پڑھنا یا اس کے پڑھنے کی ہدایت ثابت ہے اس کو علمائے احناف سنن کے بعد پڑھنے پر حمل کرتے ہیں تاکہ احادیث میں تعارض نہ ہو اور سب پر بقدر امکان عمل ہو کیونکہ وہ سنن جو فرائض کے بعد ہیں وہ مکمل نماز ہیں جیسے کہ ابھی مبسوط سرخسی سے نقل کیا گیا مطلب یہ ہے کہ جس وقت مصلی سنن سے فارغ ہوا تو گویا اب وہ فرض نماز سے فارغ ہو کیونکہ فرض میں اگر کوئی خلل آجائے تو سنن سے اس کی تکمیل ہو جاتی ہے اس لئے حضرت نبی کریم ﷺ فرض کے بعد فورا اٹھ کر سنن ادا فرماتے۔ نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی عمل فرماتے تھے تاکہ فرائض کی تکمیل میں خلل نہ آئے اور جو نقصان فرائض میں آیا اس کی تلافی اس سے ہو اور اگر دیری ہو تو مثل قضا ہونے کی وجہ جبیرۂ نقصان نہ بن سکیں گے۔

فرض نماز کے بعد سنت نماز میں زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے:

رد المحتار جلد اول صفحہ ۵۵۲ طبع عامرۂ مصر میں ہے . واما ما ورد من الاحاديث فى الاذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيه على الاتيان بها قبل السنة بل يحمل على الاتيان بها بعدها لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن اجنبية عنها فما يفعل بعدها يطلق عليه انه عقيب الفريضة و قول عائشة (بمقدار) لا يفيد انه كان يقول ذلك بعينه بل كا يقعد بقدر مايسعه و نحوه من القول تقريبا فلا ينافى ما فى الصحيحين انه ﷺ كان يقول فى دبر كل صلاة مكتوبة لا اله الا الله وحده لا شريک له له الملک و له الحمد وهو على كل شئى قدير 'اللهم لا مانع

لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد وتمامہ فی شرح المنیة و کذا فی الفتح من باب الوتر والنوافل .

(ترجمہ) سنت کو فرائض سے مؤخر کرنا (یعنے درود ودعا کی وجہ سے اس کی ادائی میں تاخیر کرنا) مکروہ ہے مگر اللھم انت السلام و منک السلام وتبارکت یا ذاالجلال و الاکرام کی مقدار تاخیر کرنا مکروہ نہیں کیونکہ مسلم وترمذی نے ایسی روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے (چنانچہ اوپر ذکر ہو چکی ہے) اور جو اذکار کہ احادیث میں نمازوں کے بعد وارد ہیں اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ سنت وفرض کے درمیان پڑھے جائیں بلکہ ان احادیث کا محمل سنن ادا کرنے کے بعد پر ہوگا کیونکہ سنت وفرض کے لواحق اور توابع سے ہیں اور اس سے فرائض کی تکمیل متصور ہے اور فرض سے اجنبی نہیں ہیں۔ پس جو اذکار و دعائیں کہ سنن کے بعد پڑھے جائیں تو گویا وہ فرض کے بعد ہی پڑھی گئی ہیں نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا کہ حضرت نبی کریم ﷺ اللھم انت السلام کی مقدار بیٹھتے تھے اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ بعینہ یہی پڑھتے تھے۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنی مقدار دیر فرماتے کہ اتنے کلمات پڑھنے کی اس میں گنجائش ہوتی تھی۔ اسی بناء پر صحیحین میں جو وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر فرض کے بعد لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر .اللھم لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد پڑھتے تھے اسکے منافی نہیں کیونکہ اندازہ بتایا گیا ہے نہ کہ اس کی حد متعین کی گئی (یعنے اتنی مقدار سے دیر نہ ہوگی۔ اگر اللھم انت السلام کی جگہ اسے مصلی پڑھ لے کیونکہ تقریباً اس کی بھی اتنی ہی مقدار ہے) اخیر میں ردالمحتار میں ہے کہ اس کی پوری بحث منیة المصلی کی شرح اور فتح القدیر ہدایہ کی شرح میں باب وتر ونوافل میں مذکور ہے۔

یہ فقیر راقم عرض پرداز ہے کہ اس دعاء کو بھی سنن پڑھنے کے بعد پر حمل کرنا ہی مناسب ہوگا۔ کیونکہ سنن کے بعد پڑھنے پر اس کا اطلاق صحیح ہوگا کہ فرائض کے بعد کلمات پڑھے گئے کیونکہ امام محمد

رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے مبسوط کی کتاب الصلاۃ سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ فرض وسنن میں فصل بہت قلیل ہے اور ہر فرض کے بعد اور تمام پنجوقتہ نمازوں کے بعد امام ومقتدی ملکر اجتماع سے دعا کرنا امت مکرمہ محمدیہ کا ایک پسندیدہ ومستحسن امر ہے۔ فجر وعصر کے بعد جیسے سب ملکر دعا کرتے ہیں اور اس کو التزام سے شرقاً غرباً بلاناغہ کرتے ہیں ایسے ہی ظہر وجمعہ ومغرب وعشاء کے بعد بھی لامحالہ سب ملکر دعا کرنا امر مستحب ہے کیونکہ فرائض کے بعد دعا کرنے اور اس کے مقبول ہونے کے متعلق احادیث وارد ہیں اس میں کسی نماز کی خصوصیت نہیں ہے اور اوپر معلوم ہو چکا فقہائے مذہب کے اقوال سے کہ یہ محل محل دعا نہیں بلکہ محل فصل ہے تو لامحالہ ان چار نمازوں کے بعد کی دعا سنن کے بعد ہی ہوگی کیونکہ فقہائے حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ فرض وسنت کے درمیان سوا فصل کرنے کے نہ بیٹھنا اور نہ مقتدیوں کی جانب منہ پلٹانا۔ حالانکہ دعا کیلئے یہی ان کی تصریح ہے کہ امام قوم کی جانب منہ پھیر کر بیٹھنا ضروری ہے اور سنن وفرائض کے بعد بھی یہی تصریح ہے کہ امام قوم کی جانب منہ پھیر کر نہ بیٹھے تو دونوں صراحتوں سے خود بخود یہ چیز ثابت ہوئی کہ اس موقع میں سب ملکر ادعیہ میں مشغول نہ ہونا چاہئے تو استحباب دعائے پنجگانہ کے لئے سوا سنن کے بعد کے کوئی اور مقام نہیں رہا۔ بعض اصحاب جو قوم کی جانب پیٹھ رکھتے ہوئے لمبی چوڑی دعائیں مانگتے ہیں اور اس کو دعائے اول سے تعبیر کرتے ہیں وہ مذہب حنفی کے صرف مدعی ہیں۔ مذہب سے ناواقف ہیں یا واقف ہو کر اس کے خلاف عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں وہ متعنت ہیں حق معلوم پا کر اس کا خلاف کرتے ہیں تا کہ گروہ بندی قائم رہے اور اپنا مسلک ممتاز ہو ورنہ حق واضح ہے۔

ردالمحتار جلد اول صفحہ ۵۶۴ طبع عامرہ مصر میں ہے۔ و یستحب للامام التحول لیمین القبلة یعنی یسار المصلی الخ و استقبالہ الناس بوجھہ ولو دون عشرة ما لم یکن بحذائہ مصل و لو بعید اعلی المذھب. اھ (ترجمہ) ردالمحتار جلد اول صفحہ ۵۶۴ طبع عامرہ

مصر میں ہے۔امام کے لئے فجر وعصر میں قوم کر جانب پلٹ کر بیٹھنا مستحب ہے اگر چہ وہ نماز پڑھنے والا دور کیوں نہ ہوا اور یہی مذہب حنفی ہے۔

سنتوں کے بعد مروجہ فاتحہ وتسبیح فاطمہ پڑھنا مستحب ہے:

اور نورالایضاح طبع دیوبند صفحہ ۸۰ میں ہے۔ ویستحب للامام ان یتحول الی یساره لتطوع بعد الفرض وان یستقبل بعده الناس و یستغفرون الله ویقرؤن آیة الکرسی والمعوذات ویسبحون الله ثلاثا و ثلاثین ویحمدونه کذلک و یکبرونه کذلک ثم یقولون لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد و هو علی کل شئی قدیر ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم فی آخرة اه

(ترجمہ) نورالایضاح طبع دیوبند صفحہ ۸۰ میں ہے۔امام کے لئے مستحب ہے کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد سنن پڑھنے کے لئے سیدھے یا بائیں جانب ہٹ کر سنت پڑھے اور سنن سے فررغ ہونے کے بعد مقتدیوں کی جانب منہ پھیر کر بیٹھے اور امام ومقتدی سب مل کر پہلے استغفار کریں اور آیت الکرسی اور سورئہ اخلاص و سورئہ فلق وسورئہ ناس پڑھیں اور سبحان الله الحمد لله الله اکبر ۳۳،۳۳ مرتبہ پڑھیں اخیر میں لا اله الا الله وحدئہ لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر پڑھیں اس کے بعد سب ملکر اپنے اور مسلمانوں کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعاء کریں اور دعا کے ختم پر ہاتھ چہروں پر ملیں (نورالایضاح کی عبارت ختم ہوئی)۔

کل شہروں کے تمام احناف بعد سنن کے اجتماعی دعاء پر متفق ہیں:

کتابوں کی ان روایات کے موافق تمام احناف کا تعامل بھی اسی پر ہے کشمیر، گجرات، بمبئی، مدراس، پنجاب، سندھ، افغانستان، بلوچستان، بخارا سے لے کر استنبول تک کے تمام حنفی سنن کے بعد ملکر

دعا کرنے پر متفق ہیں۔دکن وشمالی ہند میں سابق میں بھی یہی تعامل تھا دکن میں اب صرف جمعہ کے بعد کی دعاء سنن کے بعد ہوا کرتی ہے باقی نمازوں میں اب یہ عمل متروک ہے۔

شمالی ہند میں ابن عبدالوہاب کا اثر:

شمالی ہند میں ابن عبدالوہاب کا جب اثر پھیلا اور اس کے متبعین کا غلبہ ہوا تو احناف بھی ان سے مغلوب ہو کر سنن کے بعد کی دعائیں تنہا تنہا کرنے لگے اور مرور دہر سے اب ان کو اس کا علم بھی نہیں رہا کہ ہمارا یہ تعامل اور عمل درآمد تھا۔اور کل احناف کا یہی تعامل ہے اور اپنے فقہا کے افعال کو بدعت کہہ کر اغیار کی تقلید کرنے لگے۔حالانکہ سنن کے بعد دعا کرنا دعائے ثانی نہیں بلکہ دعائے اول ہے مثل فجر و عصر کے اگر فرض کیا جائے کہ یہ دعائے ثانی ہے تو دعائے ثالث رابع کی ممانعت کہاں ہے بلاقید و تخصیص حدیث میں فرائض کے بعد دعا کی ترغیب دیگئی ہے اور ارشاد ربی ہے "ادعونی استجب لکم" یعنے مجھے پکارو میں جواب دوں گا سبحان اللہ جل شانہ کے سامنے مل کر گڑ گڑانا کہیں بدعت ہو سکتا ہے یہ تو دائما مطلوب ہی ہے علاوہ ازیں اصل اشیاء میں اباحت ہے یہ اصل راجح علماء اصول کے پاس مسلم ہے ممنوع وہی چیز ہوتی ہے جس کی ممانعت قرآن وحدیث میں صراحتا یا اشارۃ آئی ہو رہا یہ کہ سنن پڑھنے کے لئے افضل گھر بتایا گیا ہے لیکن مسلمانوں کا گروہ عظیم ہمیشہ سنن مسجد ہی میں ادا کرتا آیا ہے اور اس کی ممانعت بھی نہیں ہے علماء وصلحاء وعوام سب اس کے عامل ہیں علاوہ ازیں بہر حال یہ قول کہ گھر ہی سنن پڑھنے کے لئے افضل ہے غیر مسلم ہے بلکہ سنن کا پڑھنا ایسی جگہ ہی افضل ہے جہاں خلوص وخشوع ویکسوئی اس کے پڑھنے میں زاید متصور ہو تو یہ ان کل مساجد ہی میں متصور ہے نہ کہ گھروں میں کیونکہ گھروں میں اکثر طہارت وجمعیت قلب کا سامان عام طور پر میسر نہیں اس لئے عامۃ المسلمین نے سنن پڑھنے کے لئے مسجد کو اختیار کر رکھا ہے نیز کتب فقہ میں لکھا ہے کہ فرض وسنن کے درمیان دنیاوی باتوں اور کھانے پینے سے اجتناب کرے ورنہ ایک قول کے لحاظ سے سنت کا ثواب اور دوسرے قول کے لحاظ سے سنت سنت نہ رہے گی اس کے علاوہ مسجد سے گھر تک نہ معلوم مصلی کن کن

مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ نیز ملکر دعا کرنے سے جو اثر و مقبولیت متصور ہے تنہا دعا میں وہ کہاں؟ درمختار برحاشیہ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۷۱۳ مطبوعہ عامرہ مصر میں ہے۔ والا فضل فی النفل غیر التراویح المنزل الاالخوف شغل عنها ولا صح الفضلیة ما کان اخشع و اخلص اھ (ترجمہ) تراویح کے سوا سنن ونفل کے پڑھنے کے لئے بہتر گھر ہے مگر گھر میں مشغول ہونے کا خوف ہو تو مسجد افضل ہے لیکن صحیح تر تو یہ ہے کہ جہاں خشوع وخلوص زاید متصور ہو وہاں ہی پڑھنا افضل ہے۔

کیا سنت کے بعد دعاء کرنا بدعت ہے؟

سنت کے بعد دعا کو بدعت کہنے والے خود سنت مسجد ہی میں پڑھتے ہیں اور اس کے بعد تنہا دعائیں کرتے ہیں تو گویا دعائے ثانی اجتماع کے ساتھ بدعت ہوئی اور تنہا دعائے ثانی مستحب؟ حالانکہ دعاؤں کے لئے ترغیبیں مجمعوں میں آئی ہیں جیسے جمعہ' عید' استقاء' کسوف' حضور قتال' جہاد' عرفات وغیرہ وغیرہ۔ افسوس ہے کہ ان مفتیوں نے تفکر ہی نہیں کیا کہ قلم سے کیا نکلا اور اس کا کیا نتیجہ ظاہر ہوا کہ مناع للخیر ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون' جب فقہا کی روایتوں سے یہ ثابت ہوا کہ سنن کے بعد ملکر دعا کرنا مرغوب اور مستحب ہے تو ایسی صورت میں جمعہ کے سنن کے بعد یہاں حیدر آباد میں جیسا عمل در آمد ہے کہ فاتحہ ملکر پڑھتے ہیں تو اس پر ثواب بھی مرتب ہوگا چنانچہ اس کے متعلق احادیث اوپر مذکور ہو چکیں کیونکہ سورۂ فاتحہ قرآن عظیم ہے دعا ہے اور سبب برکت وسبب دفع بلیات ہے اور موجب ثواب کثیر ہے تو کیا قرآن پڑھنا شرک وبدعت ہے؟

ایصال ثواب کا مدلل جواز:

رہا ثواب تو اس کے اختیار میں ہے کہ خود کے لئے رہنے دے یا ہبہ کر دے اس کو حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے اہل بیت واصحاب اور اولیائے کرام امت واساتذہ ووالدین واقارب کو تاکہ موجودہ لوگوں کی جانب سے گزرے ہوئے حقداروں کو ہدیہ بھیجتا رہے اور ان کا حق ادا ہو اہل

السنت والجماعت کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ انسان اگر اپنے اعمال کا ثواب دوسرے کو ہبہ کرے تو یہ جائز ہے اور یہ ثواب اس کو پہنچے گا اور اس کے حصہ میں کمی نہ ہوگی۔

ردالمحتار جلد اول صفحہ ۹۴۳ طبع عامرہ مصر میں ہے۔ صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة او صوما او صدقة او غیرها کذا فی الهدایة بل فی زکاة التاتار خانیه عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجره شئی اه وهو مذهب اهل السنة والجماعة الخ (ترجمہ) ردالمحتار جلد اول صفحہ ۹۴۳ میں ہے ہمارے علماء نے تصریح کی ہے باب الحج عن الغیرہ میں کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے خواہ وہ نماز ہو یا روزہ یا خیرات مالی یا اس کے سوا' ایسا ہی ہدایہ میں ہے بلکہ فتاوی تتارخانیہ کتاب الزکاۃ میں محیط سے نقل کیا ہے کہ بہتر اس شخص کے لئے جو خیرات کرنا چاہتا ہے یہ کہ خیرات کرتے وقت تمام مؤمنین ومؤمنات کی نیت کرے اس لئے کہ صدقہ ان کو پہنچتا ہے اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

حافظ ابن تیمیہ درود اور وسیلہ کے قائل تھے:

اور کتاب مذکور کے صفحہ ۹۴۴ میں ہے (تتمه) ذکر ابن حجر فی الفتاوی الفقهیة ان الحافظ ابن تیمیة زعم منع اهداء ثواب القرآة للنبی ﷺ لأن جناب الرفیع لا یتجرأ علیه الا بما اذن فیه وهو الصلاة علیه و سؤال الوسیلة له وبالغ السبکی وغیره فی الرد علیه بأن مثل ذلک لا یحتاج لا ذن خاص ألا تری ان ابن عمر رضی الله عنهما کان یعتمر عنه ﷺ عمرا بعد موته من غیر وصیة و حج ابن الموفق وهو فی طبقة الجنید عنه سبعین حجة و ختم ابن السراج عنه ﷺ اکثر من عشرة آلاف ختمة و ضحی عنه مثل ذلک اه قلت ورأیت نحو ذلک بخط

مفتى الحنفية الشهاب احمد بن الشبلى شيخ صاحب البحر عن شرح الطيبة للنويرى ومن جملة ما نقله ان ابن عقيل من الحنابلة قال يستحب اهداء ها له ﷺ اه قلت و قول علماء نا له ان يجعل ثواب علمه لغير يدخل فيه النبى ﷺ فانه احق بذلک حيث انقذ نا من الضلالة ففى ذلک نوع شكر و اسداء جميل له والكامل قابل لزيادة الكمال الخ

(ترجمہ) ردالمحتار جلد اول صفحہ ۹۴۴ میں ہے علامہ ابن حجر فقیہ شافعی رحمہ اللہ نے فتاوی فقیہہ میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ نے دعوی کیا ہے کہ قرأت قرآن کے ثواب کا ہدیہ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجنا منع ہے کیونکہ آپ کے اونچے رتبہ پر ایسی جرائت نہیں کی جاسکتی مگر جس کے متعلق اجازت دیگئی ہو اور وہ درود بھیجنا ہے آپ پر اور وسیلہ مانگنا ہے آپ کے لئے فرمایا۔ علامہ ابن حجر نے کہ امام سبکی اور ان کے سوا اور علماء نے بھی ابن تیمیہ کی رد میں کوئی کمی نہیں کی کہ ایسی اشیاء میں خاص اجازت کی حاجت نہیں ہے۔

صحابہ کرام وتابعین ودیگر ایصال ثواب کے قائل تھے:

کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ کی جانب سے عمرے کیا کرتے تھے حالانکہ آپکو اس کی وصیت نہیں کی گئی تھی اور حضرت ابن موفق رضی اللہ عنہ نے (جو حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے ہمعصر اور ہم طبقہ تھے) آنحضرت ﷺ کی جانب سے ستر ۷۰ حج کئے اور ابن السراج رحمہ اللہ نے آپ کی جانب سے دس ہزار سے زاید قرآن کریم کے ختم کئے اور اتنی ہی مقدار قربانیاں بھی آپ کی جانب سے کیں (ابن حجر رحمہ اللہ کا کلام ختم ہوا) حضرت ابن عابدین رحمہ اللہ مصنف ردالمحتار کہتے ہیں کہ میں نے حنفیوں کے مفتی شیخ شہاب الدین احمد بن شلبی (جو کہ ابن نجیم صاحب البحر الرائق کے استاد تھے) ان کے قلم سے لکھا ہوا مضمون بھی ایسا ہی دیکھا کہ نویری کی شرح طیبہ سے انھوں نے نقل کیا اور منجملہ اس کے یہ بھی انھوں نے نقل کیا کہ امام ابن عقیل حنبلی نے فرمایا کہ

مستحب ہے ہدیہ بھیجنا قرآن کی قرآءۃ کا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں (علامہ شہاب کا کلام ختم ہوا)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے علماء کا یہ کہنا کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو بخشدینا جائز ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ بھی داخل ہوئے کیونکہ آپ سب سے زاید اس کے حقدار ہیں آپ کے پاس ہدایا بھیجے جائیں کیونکہ آپ نے ہم کو گمراہی سے نکالا تو اس قسم کے ثواب کے ہدایا آپ کی خدمت میں ارسال کرنے میں ایک قسم کی شکرگزاری اور بھلائی پیش کرنا ہے اور کمال میں زیادتی کامل ہونے کے منافی نہیں یعنے نبی اکرم ﷺ اگرچہ کامل ومکمل ہیں لیکن آپکے کمال میں زیادتی ناممکن نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے اصحاب و بزرگان دین بطور حق شناسی اور زیادتی محبت خدا و رسول نذر عقیدت میں آپ کی جانب سے حج وعمرے اور قربانیاں اور ختمات قرآن کریم کرتے اور غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ اگرچہ کہ حضرت روحی فداہ ﷺ کسی کے ہدایا کے محتاج نہیں حدیث شریف میں ہے تہادوا تحابوا یعنے تم آپس میں تحفہ یا ہدایا دو تا کہ آپس میں مودت ومحبت بڑھے اور فرمایا المرء مع من احب یعنے انسان جس سے محبت رکھتا ہے اسی کے ساتھ رہے گا۔

باواز بلند الفاتحہ پکارنا بیت اللہ حرم وتمام عرب میں جاری تھا:

ردالمحتار نے دعاؤں کے بعد فاتحہ پڑھنے کی دلیل میں عادت کو بھی پیش کیا ہے۔ یہ عادت اب بھی سرزمین عرب، شام، عراق، ومصر وغیرہ میں ہے اور حرمین شریفین میں بھی تھی کہ فجر وعصر کی دعا کے بعد مؤذن باواز بلند پکارتا رہا کہ الفاتحه الى روح النبى ﷺ تو سب سورۂ فاتحہ اخفا سے پڑھ کر دعا بارگاہ نبوت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور اسی پر دعاء ختم کرتے تھے۔ یہی عادت بعینہ بمبئی، گجرات، دکن، مدراس وغیرہ بلاد کو نقل ہو کر آتی ہے جو کہ ابھی تک جاری ہے، امام جلال الدین، امام بدیع الدین وغیرہ ائمہ فقہ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں پیشتر یہی عادت خوارزم میں جاری تھی۔ جس کے متعلق ان سے سوالات ہوئے اور انھوں نے اس کے متعلق جوابات دیئے جیسے اوپر درمختار، قنیہ وعالمگیری کے حوالوں سے ذکر کیا گیا ہے۔

ابن تیمیہ کے پیروکار بھلائی سے منع کرتے تھے:

تو اب صدیوں کے بعد ابن تیمیہ کی اتباع میں اس کار خیر کو شرک و بدعت کہہ کر روکنے والا مناع للخیر نہیں تو کیا ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا اس وقت دور موجود میں حرمین سے اس کی عادت اٹھادی گئی ہے تو وہ ہمارے لئے حجت نہیں کیونکہ ہم وہابی سنت کے پیرو نہیں وہاں تو اب مطلقا دعائیں نمازوں کے بعد نہیں ہوتی تو کیا یہ بھی حجت ہوگی۔ بعض کا خیال ہے کہ دواما اس کا پڑھنا التزام مالا یلزم ہے اس پراڑے رہنا جہالت ہے کیونکہ عوام اس کو فرض سمجھ چکے ہیں اور ایسی چیز کا اٹھانا ضروری ہے؟ یہ دھوکے کا کلام ہے اول تو عوام نے اسے فرض سمجھا ہی نہیں اس سے صرف دھوکا دینا مقصود ہے کوئی پڑھتا ہے کوئی اٹھ کر چلا جاتا ہے علاوہ ازیں اگر ان سے دریافت کیا جائے تو کبھی نہیں کہیں گے کہ فرض ہے بلکہ یہ کہیں گے کہ ثواب کا کام ہے انسان جو بھی عمل کرتا ہے اس میں اللہ جل شانہ اور اس کے حبیب ﷺ کے پاس پسندیدہ وہی ہے جسے انسان ہمیشہ کرے اور اسے کبھی نہ چھوڑے اگر چہ کے وہ عمل تھوڑا کیوں نہ ہو۔ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کان احب العمل الی رسول اللہ ﷺ الذی یدوم علیہ صاحبہ (بخاری صفحہ ۹۵۷ نور محمد) یعنے نبی کریم ﷺ کے پاس پسندیدہ عمل وہ ہے جس سے عمل کرنے والا مداومت کرے اور بخاری شریف کے اسی صفحے میں ہے۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ای الاعمال احب الی اللہ قال ادومہ وان قل یعنے ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ جل شانہ کے پاس کونسا عمل زائد پسندیدہ ہے فرمایا جس پر دوام کیا جائے اگر چہ وہ تھوڑا ہو۔ اگر کسی کو شرکت میں عذر ہے تو اس سے واسطہ ہی کیا اور اگر کوئی بطور انکار اس میں شرکت نہیں کرتا تو اس پر انکار کیا جانا عین دین ہے کہ ثابت شدہ چیز کا منکر ہے اور اسے شرک و بدعت کہتا ہے۔ فجر وعصر کے بعد باجماعت دعا کرنے پر مداومت کرنا تو قابل انکار نہیں سمجھا جاتا مگر قابل انکار ہے تو سنن کے بعد دعا اور اس کے بعد فاتحہ ہے جسے دعائے ثانی کا لقب دیا گیا ہے اور وہ بدعت ہے۔

مسلمانوں کو ثواب سے محروم کرنے کیلئے فاتحہ ودعاء کو بدعت کہا گیا:

تا کہ مسلمانوں کو ثواب سے محروم کریں یہ قلوب کا زیغ نہیں ہے تو کیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار "الانسان عدو لما جھل افسوس تو اس کا ہے کہ کتاب اٹھا کر دیکھنے کی تو توفیق نہیں اور اٹھائیں تو اتنا علم نہیں کہ مسئلہ نکال سکیں اور اپنی رائے سے شرک و بدعت کا لقب دیدینا آسان امر ہے ذمہ داری کا کچھ خیال نہیں کہ حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا کفر ہے۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ دعا کے بعد فاتحہ پڑھنا شوافع واحناف کا متفق مسئلہ ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس کا ذکر کیا ہے بطور انکار کے ابن تیمیہ پر اور شوافع کا بھی یہی عمل ہے کہ فجر کی نماز کی دعا کے بعد سب ملکر فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس سے بڑھ کر اور کونسی قوی دلیل ہوسکتی ہے کہ دونوں مذہب اس کے استحباب پر متفق ہوں۔ واللہ اعلم۔

جواب شق ثانی دربارۂ مصافحہ بعد نماز فجر

نمازوں کے بعد مصافحہ کے متعلق اوپر تہذیب نووی سے حسب مذاہب شوافع امام عزالدین مقدسی کا قول ذکر ہو چکا ہے کہ وہ مباح ہے۔ حنفی فقہا بھی اس کو نمازوں کے بعد جائز کہتے ہیں بلکہ سنت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اصل مصافحہ مسنون ہے اس کے ضمن میں نمازوں کے بعد مصافحہ بھی سنت ہونے سے خارج نہیں غرض کہ مصافحہ کسی حالت میں بھی مسنون ہے اس کا کوئی وقت متعین نہیں۔

مسلمانوں کا آپس میں مصافحہ کرنا گناہوں کا کفارہ ہے

در مختار برحاشیہ ردالمختار جلد پنجم صفحہ ۲۷۵ طبع عامرہ مصر میں ہے (کالمصافحۃ) ای کما تجوز المصافحۃ لأنها سنۃ قدیمۃ متواترۃ بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من صافح اخاہ المسلم و حرک یدہ تناثرت ذنوبہ واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ و المجمع والملتقی و غیرھا یفید جوازھا مطلقا ولو بعد العصر وقولھم انہ

بدعة ای مباحة کما افاده النووی فی اذکاره و غیره فی غیره و علیه یحمل ما نقله عنه شارح المجمع من انها بعد الفجر والعصر لیس بشئی توفیقا فتأمله

(ترجمہ) ردالمحتار جلد پنجم صفحہ ۲۷۵ میں ہے جیسے جائز ہے مصافحہ کیونکہ وہ سنت قدیمہ متواترہ ہے اس لئے کہ فرمایا ہے حضرت نبی کریم ﷺ نے جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور مصافحہ کرتے ہوئے ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے گناہ جھڑ جائیں گے۔ تنویر الابصار کے مصنف کا مصافحہ کو مطلق یعنے بلا قید وقت ذکر کرنا کتب ذیل یعنے متون معتبرہ: درر 'کنز الدقائق 'وقایة الروایه 'نقایه ' مجمع البحرین 'ملتقی الأبحر وغیرہ کی اتباع کرتے ہوئے اس امر پر دلالت ہے کہ مصافحہ ہر حالت میں جائز ہے اگر چہ کہ عصر کی نماز کے بعد ہو۔ اور فقہاء نے جو اسے بدعت بتایا ہے اس سے مراد بدعت حسنہ ہے جیسے کہ امام نووی نے اپنی افکار میں اور ان کے سوا اوروں نے دیگر کتب میں ذکر کیا ہے اور مجمع البحرین کے شارح نے جو امام نووی سے نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر وعصر کی نماز کے بعد کوئی چیز نہیں اسی جواز پر محول ہوگا تا کہ روایات میں موافقت ہو اور تضاد نہ ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نووی نے جیسے تہذیب میں ذکر کیا ہے۔ اذکار میں بھی اسی کا ذکر کیا ہے۔

ہر ملاقات کے وقت مصافحہ مستحب ہے:

ردالمحتار میں اسی مقام پر ہے (قوله کما افاده النووی فی اذکاره) حیث قال اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء اما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه لکن لا بأس به فان اصل المصافحة سنة وکونهم حافظوا علیها فی بعض الاحوال وفرطوا فی کثیر من الاحوال اواکثرها لا یخرج ذلک عن کونه من المصافحة التی وردت الشرع باصلها اه قال الشیخ ابوالحسن البکری و تقییده بما بعد الصبح والعصر علی عادة

کانت فی زمنه والا فعقب الصلوات کلها کذلک کذا فی رسالة شرنبلالی فی المصافحة و نقل مثله عن الشمس الحانوتی وانه افتی به مستدلا بعموم النصوص الواردة فی مشروعیتها وهوا لموافق لما ذکره الشارح من اطلاق المتون.

(ترجمہ) امام نووی نے اذکار میں ذکر کیا ہے کہ جان لو کہ مصافحہ مستحب ہے ہر ملاقات کے وقت لیکن فجر وعصر کی نماز کے بعد لوگوں نے مصافحہ کرنے کی جو عادت ڈالی ہے اس حیثیت سے شریعت میں اس کا کوئی اصل نہیں لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اصل مصافحہ سنت ہے اور عوام کا بعض احوال میں اس پر مداومت کرنا اور اکثر احوال میں اس کو ترک کرنا اس کو اس مصافحہ کے حکم سے خارج نہیں کرتا جس کی مشروعیت پر شرع وارد ہے۔ اھ۔ اور شیخ ابوالحسن بکری نے فرمایا کہ امام نووی نے صبح یا عصر کی نماز کے ساتھ اس کو جو مقید کیا ہے وہ اس عادت کی بناء پر ہے جو ان کے زمانے میں تھی ورنہ سب نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کا وہی حکم ہے۔ علامہ شرنبلالی کے رسالۂ مصافحہ میں ایسا ہی ہے اور انھوں نے اسی طرح علامہ شمس الدین (حانوتی) سے بھی نقل کیا ہے اور علامہ حانوتی نے نمازوں کے بعد اس کے جواز پر فتویٰ دیا ہے اور ان کا استدلال ان احادیث کے عموم سے ہے جو مصافحہ کی مشروعیت وجواز میں وارد ہیں اور ان کی تحقیق شارح یعنے صاحب درمختار کے قول کے موافق ہے یعنے انھوں نے جو کہا ہے کہ متون معتبرہ کے اطلاق سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ علامہ شرنبلالی اور شمس حانوتی کا قول شارح کے موافق ہے اس کے بعد علامہ شامی نے ردالمحتار میں ابوالحسن بکری سے اس کے خلاف میں تقریر نقل کی اور کچھ حوالے بعض دیگر کتب سے بھی اس بارے میں درج کئے ہیں جس کا میں خلاصہ درج کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ اگر اس فعل کو جائز سمجھا جائے تو بے علم لوگ اعتقاد کرلیں گے کہ یہ بالخصوص نماز کے بعد کی سنت ہے حالانکہ مصافحہ تمام حالات میں مسنون ہے کسی خاص جگہ میں نہیں اور جہاں ایسا احتمال ہو اس فعل سے روکنا ضروری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سلف میں کسی سے بھی ان مواضع میں مصافحہ منقول نہیں اگر یہاں وہ مسنون ہوتا تو وہ بھی کرتے

ہوتے اوراس کی تائید میں انھوں نے ملتقط سے ذیل کی عبارت نقل کی ہے۔ انه تكره المصافحة بعد اداء الصلوة بكل حال لأن الصحابة رضى الله عنهم ما صافحوا بعد اداء الصلوة بكل حال ولأنها من سنن الروافض .ا ھ. مصافحہ کرنا نمازوں کے بعد مکروہ ہے کیونکہ صحابہ نے نمازوں کے بعد مصافحہ نہیں کیا اوراس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ روافض کی سنت ہے اھ اوراس کے بعد علامہ ابن حجر شافعی سے نقل کیا ہے انها بدعة مكروهة لا أصل لها فى الشرع وانه ينبه فاعلها اولا و يعز ر ثانيا یعنے مصافحہ بعد الصلوۃ بدعت مکروہہ ہے شرح میں اس کا کوئی ثبوت نہیں پہلے اس کے فاعل کو آگاہ کیا جائے اور اگر نہ مانے تو اس کو سزا دی جائے پھر اس کے بعد ابن الحاج مالکی سے نقل کیا ہے کہ نمازوں کے بعد مصافحہ بدعت ہے اور مصافحہ کی سنت ملاقات کا وقت ہے اس لئے جہاں جو چیز وارد ہو وہیں رکھی جائے پہلے تو اس سے منع کیا جائے اور نہ مانے تو جھڑکا جائے کیونکہ اس نے خلاف سنت کیا ہے شامی فرماتے ہیں کے ابن الحاج مالکی نے اور بحث کو طویل کیا ہے تم خود اس کو دیکھ لو۔ اب ابوالحسن بکری کی تحریر پر جس کی علامہ شامی نے مختصر ارسالہ شرنبلالیہ سے نقل کیا ہے ایک مختصر تنقید ملاحظہ ہو۔ قول اول یہ ہے کہ عوام اس کو خصوصی سنت سمجھ لیں گے یہ متون معتبرہ پر ان کی جانب سے تنقید ہے کہ جو کہ قابل شنوائی نہیں۔ دوسرے یہ کہ عوام ایسے بہت سے مستحبات کو لزوما ادا کرتے ہیں جس سے شبہ ہوتا ہے کہ عوام اس کو فرض سمجھتے ہوں گے تو کیا اس سے بھی ان کو روکا جائے اور فتوٰی دیا جائے کہ اس کا ترک لازم ہے جیسے پیشاب کے بعد ڈھیلے کے بعد پانی سے طہارت اور گردن کا مسح وغیرہ وغیرہ کثرت سے ایسے اعمال موجود ہیں تیسرے یہ کہ عوام اسکو مستحب ہی سمجھ کر کرتے ہیں۔ اور عموی استحباب کے قائل ہیں۔ کوئی بھی یہ نہیں سمجھتا کہ یہ نماز کے بعد کی خصوصی سنت ہے تو اس میں اپنی جانب سے بڑے بڑے علماء جیسے صاحب درمختار، حسن شرنبلالی، شمس حانوتی کے فتاوٰی کے ابطال کے لئے احتمالات کا پیدا کرنا قابل سماعت نہیں بلکہ یہ متون معتبرہ کے مسائل کی تضعیف ہے۔ جسے باعتبار اصول فتوٰی کبھی قبول نہ کیا جائے گا۔ صحابہ کا کسی کام کا نہ کرنا عدم

جواز کی دلیل نہیں ہو سکتی صحابہ نے مدرسے نہیں بنائے، حدیث وفقہ میں کتابیں تصنیف نہیں کیں، تو کیا یہ اب امور ناجائز قرار دیئے جائیں گے۔ صحابہ سے کسی جزیہ میں اگر ممانعت مروی ہو اور اس میں کسی صحابی کا اختلاف نہ ہو تو البتہ اسے حجت میں پیش کر سکتے ہیں۔ فتاوٰی ملتقط کو متون معتبرہ اور شروح پر تقدیم نہیں دی جاسکتی علاوہ ازیں اگر غور کیا جائے تو ملتقط کا قول واقع کے موافق بھی نہیں کہ یہ سنت روافض ہے، کیونکہ روافض کے پاس امام کے لئے عصمت شرط ہے۔ اسی بناء پر ان کے ہاں جماعت ہی کہاں ہوتی ہے اور جب جماعت ہی نہ ہو تو مصافحہ کس سے اور کب ہونا ممکن ہے تا کہ ان کی سنت قرار دی جائے بلکہ یہ تو اہل السنت والجماعت کی سنت ہے کہ ایک زمانے سے کرتے آئے ہیں جس کے لئے فتوٰی دینے کی علماء کو ضرورت ہوئی۔ رہا علامہ ابن حجر کا قول ان کے مذہب کے امام کے فتوے کے مخالف ہے جیسے اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ جو حضرات مذہب شافعی سے واقف ہیں وہ بخوبی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ امام نووی اور امام رافعی انکے مذہب کے ائمہ ہیں جن پر مذہب کے مسائل کا دارو مدار ہے اور ابن حجر شیخ ہیں ان کے مسائل میں بوقت اختلاف ترجیح دینا ان کا کام ہے نہ کہ ان کے خلاف فتوٰی دیں مان لیا جائے کہ وہ ان کے قول کی تردید کرنے کے مجاز بھی ہوں تو ان کا قول احناف کے لئے کیوں کر حجت ہو سکتا ہے۔ ابن الحاج مالکی کا قول بھی علی ہذا ان کے مذہب کے مقلد کے لئے تو قابل عمل ہوگا۔ حنفیوں کے لئے ان کے اقوال نقل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اگرچہ کہ وہ آپس میں متفق ہوں۔ اپنے مذہب کے علماء کو چھوڑ دینا اور دیگر مذاہب کے اقوال پر عمل کرنا تقلید کے منافی ہے اور ہم نے ان کے ائمہ سے جو اقوال نقل کئے ہیں وہ مذہب کی تائید کے لئے کئے ہیں نہ کہ ابطال کے لئے اور اس میں حرج نہیں ہے۔ اور دوسرے یہ بتلانا مقصود تھا کہ یہ مسئلہ یعنے بدعت کی تقسیم متفق علیہ ہے نہ کہ مختلف فیہ اور مسئلہ پر اتفاق ہو تو زاید قوی ہوگا۔ بہ نسبت اس کے جس میں اختلاف ہو۔ علاوہ ازیں اگر ردالمحتار کا اختلاف درمختار یا تنویر الابصار کے اقوال سے ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ قواعد فتوٰی میں مصرح ہے کہ متن اور شرح کا اختلاف ہو تو متن کو ترجیح ہوگی۔ اور شرح اور

حاشیہ میں اختلاف ہوتو شرح کو ترجیح ہوگی۔ تو اب ہم اس مسئلہ میں درمختار اور متون معتبرہ کے اقوال کو چھوڑ کر شامیہ کے حاشیہ کی کیوں کر پیروی کریں۔ بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ ان کے اقوال علمائے شوافع و مالکیہ سے منقول ہوں تو اس پر کیونکر بھروسہ کر کے فتوٰی دینے بیٹھیں چہ جائے کہ خود ان میں بھی اتفاق نہ ہو تو اب واضح ہوگیا کہ درمختار نے نمازوں کے بعد مصافحہ کو بھی مثل بقیہ مواقع مصافحہ کے قرار دیکر جواز کا جو فتوٰی دیا ہے وہی حق ہے اس کو بدعت کہنے والا خود بدعتی ہے جس سے اجتناب کرنا ہی دینداری ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حالت نماز میں دعاء آہستہ کرنا مسنون ہے:

(۵) نماز کی حالت میں دعا آہستہ کرنا مسنون ہے۔ بیرون نماز اگر تنہا دعا کرنا ہو تو آہستہ اولی ہے اور جہر سے جائز ہے اور اگر امام و مقتدی ملکر دعاء کریں تو امام دعاء میں جہر کرے اور مقتدی اخفاء سے آمین کہے اور یہی اجتماعی دعا ہو سکتی ہے جسکی احادیث میں ترغیبیں آئی ہیں اور اگر اخفاء سے امام و مقتدی اپنی اپنی دعائیں مانگیں تو یہ منفرد کی دعا ہوگی۔ اس میں اجتماع کی قبولیت کہاں سے آسکتی ہے۔

بیرون نماز دعاء بالجہر مسنون ہے:

اجتماع میں جہاں جہاں حضرت نبی کریم ﷺ نے دعائیں مانگی ہیں وہ سب جہری ہی ہوئیں تھیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اس پر آمین کہا کرتے تھے اس لئے ان ادعیہ کے الفاظ بھی کتب احادیث میں مروی ہیں ورنہ کسی کو کیا پتہ چلتا کہ آپ اللہ جل شانہ سے ہمارے لئے کیا مانگ رہے ہیں بلکہ تنہا بھی آپ عام طور پر دعا جہری سے مانگتے ورنہ اتنے کثرت سے ادعیہ کہاں سے آپ سے مروی ہوتیں اور ان سب دعاؤں کا دائما جہر سے ہونا تعلیم پر محمول نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تعلیم کے لئے کبھی جہر ہوتا اور کبھی اخفاء ہمیشہ جہر سے دعاؤں کا ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اجتماعی دعائیں جہر سے ہوتی تھیں۔

صحیح بخاری اصح المطابع صفحہ ۱۴۰ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن منبر مبارک پر تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے آکر بارش نہ ہونے کی شکایت کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ ﷺ دعاء فرمایئے کہ اللہ بارش برسائے تو آپ ﷺ نے ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے اور لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے اور دعاء کی "اللھم اغثنا" تین مرتبہ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دعا کی "اللھم اسقنا" تین مرتبہ اس کے بعد جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر دوسرے جمعہ میں کسی نے کثرت بارش کی شکایت کی تو پھر آپ نے منبر پر بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعاء کی "اللھم حو الینا لا علینا" اور دوسری روایت میں ہے "اللھم علی الآکام والضراب والا ودیة و منابت الشجر" (بخاری صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸) اس کے سوا بھی کسی موقع پر آپ نے استقاء کے لئے یہ دعا کی "اللھم اسقنا مغیثا غدقا طبقا عاجلا غیر آجل نافعا غیر ضار" جس میں تعلیم مقصود ہی نہیں ہو سکتی۔ نیز آپ فجر کی نماز کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ایک ماہ تک چند قبائل پر بددعاء کرتے رہے۔ اور دو تین صحابہ کے لئے جو مکہ مکرمہ میں کفار کے ہاتھ گرفتار تھے دعاء کرتے تھے کہ اللہ ان کو کفار کے ہاتھ سے نجات دے یہ سب دعائیں بخاری شریف میں مذکور ہیں۔ اگر جہر سے نہ ہوتیں تو کس کے سننے میں آتیں۔ اور ہم تک اس کی روایت کیسے پہونچتی؟

مبسوط سرخسی جلد اول صفحہ ۱۶۶ میں ہے وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی ان الامام تجھر والقوم یؤمنون علی قیاس الدعاء خارج الصلاۃ.

(ترجمہ) مبسوط سرخسی جلد اول صفحہ ۱۶۶ میں ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام قنوت جہر سے پڑھے اور مقتدی آمین کہے قنوت کو امام صاحب موصوف نے بیرون نماز کی دعاء پر قیاس کیا ہے۔ اھ۔ اس سے یہ بات صاف طور پر واضح ہوئی کہ بیرون نماز جب امام اور مقتدی ملکر دعاء کرتے ہیں اس کے جہر پر امام صاحب و صاحبین میں اتفاق ہے اس لئے امام ابو یوسف صاحب نے قنوت کو دعاء خارج از صلوٰۃ پر قیاس کیا ہے ورنہ قیاس کیوں کر صحیح ہوتا یہ چیز فقہا کے پاس واضح ہے کیونکہ امام سرخسی حنفی

مذہب کے جلیل القدر امام ہیں اور مسائل ظاہر الروایت کے شارح ہیں یہ کتاب ان کی امام محمد رحمہ اللہ کے
کتب ستہ کی مختصر شرح ہے اور جہاں فقہا نے اخفاء کو اولیٰ بتلایا اس سے تنہا دعا یا نماز کی دعا مراد ہے۔ نیز
اکثر بلاد اسلام میں احناف کا عمل بھی قرنوں سے یہی چلا آرہا ہے جس سے اصل مذہب اس بارے میں
واضح طور پر معلوم ہوسکتا ہے دعاء اور نماز میں قرآن کی قراءت بلحاظ جہر قریب قریب ہیں۔

ابتداء اسلام میں پنجوقتہ نمازیں جہر سے ادا ہوتی تھیں:

ابتداء اسلام میں پنجوقتہ نمازیں جہر سے ادا ہوا کرتی تھیں لیکن مکہ معظمہ میں قریش دن کو قرآن
کی آواز سن کر ایذاء رسانی کے لئے پہنچ جاتے تھے اس لئے دن کی نمازوں کے لئے اخفاء کا حکم نازل
ہوا بعد ازاں اسلام کے قوی ہونے کے باوجود بھی بطور یادگار اس عمل کو باقی رکھا۔ جدید نمازیں جہاں
فرض ہوئیں تو دن میں بھی ان میں جہر کا حکم ہوا جیسے جمعہ' عیدین اس کے علاوہ رات میں تہجد کی نماز
حضرت نبی کریم ﷺ اور آپکے اصحاب جہر سے ہی پڑھتے تھے کتب احادیث اس سے بھرے پڑے
ہیں۔ اس میں انکار کی گنجائش نہیں۔ مجمعوں میں آپ سے جو دعائیں مروی ہیں وہ سب جہر سے ہی
مروی ہیں جیسے استسقاء کسوف' عیدین وغیرہ کے موقعوں پر ہاں دعاؤں' قرات قرآن اور ذکر میں چیخنا
منع ہے اس کے لئے نصوص ہیں جس سے انکار نہیں اور جہر میں اور چیخنے میں بڑا فرق ہے۔

ھذا ما بدالی و اللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع و المآب

کتبہ العبد الفقیر الی اللہ

ابو الوفاء

(یوم پنجشنبہ ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۷۹ء)

تصدیقات صدور علماء کرام دامت برکاتہم

(۱) تصدیق ولایت مآب سیادت پناہ حضرت مولانا سید وحید پاشاہ الموسوی القادری الجیلانی
متعنا اللہ ببقائھہ "لقد اصاب الفضیلۃ الحافظ القاری الحاج ابو الوفاء
القادری متع اللہ المسلمین بطول بقایہ فیما کتب فی ھذا الکتاب غایۃ الصواب'
جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا ۔ قالہ بلسانہ و کتبہ ببنانہ"

(السید وحید القادری الموسوی کان اللہ تعالیٰ لہ و معہ)

(۲) تصدیق حضرت سر چشمہ ولایت کلیم طور سینائے ہدایت حضرت مولانا ابو الحسنات سید
عبد اللہ شاہ صاحب نقشبندی القادری الحسینی متعنا اللہ بفیوضہ "لقد اصاب المجیب
اللبیب"

(ابو الحسنات سید عبداللہ کان اللہ لہ)

(۳) تصدیق فخر العلماء افضل الفضلاء حضرت مولانا مفتی سید محمود صاحب دامت مکارمہ۔
"ما اجابہ المفتی الفقیہ حق و صدق لا شک فیہ و ھذا مذھب اھل التحقیق من
ارباب التصدیق"

(المذنب الحقیر السید محمود کان اللہ لہ)

(۴) تصدیق زبدۃ العلماء مجمع المکارم و الفضائل مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب دام مجدہ
وسعد جدہ۔ "ما حررہ المجیب الفقیہ فھو حق صریح لا ریب فیہ 'للہ درہ"

(عبدہ المسکین محمد رحیم الدین عفا اللہ عنہ)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذرا دیکھو انورؔ کہ انوار غیبی
نہاں کسقدر ہیں عیاں کیسے کیسے

تیرھویں صدی ہجری کے ممتاز عالم، صوفی، شاعر وادیب، مجدد الدعوۃ الاسلامیہ

اتالیق سلاطینِ آصفیہ، شارح فتوحات مکیہ، بانی جامعہ نظامیہ، موسس دائرۃ المعارف العثمانیہ

مرقعِ انوار

(شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، عہد ساز شخصیت، تاریخ ساز کارنامے)

ہندوپاک، امریکہ وحجاز کے ممتاز دانشوروں، اہل قلم وسخنوروں کی تحقیقی نگارشات وتخلیقات سے آراستہ

سہ لسانی اردو، عربی، انگریزی، تاریخی تصاویر سے مزین شاہکار

1400 صفحات پر نقوش ماضی کی تابناک جھلکیاں

عالمی سطح پر قدر دانِ علم وفن شیدائیان زبان وادب کے لئے یادگار دستاویز

مدلل، محقق، مستند مواد، فصیح، بلیغ وسلیس تحریریں

✪ دیدہ زیب کتابت ✪ عمدہ عصری طباعت ✪ معیاری کاغذ ✪ مضبوط جلد بندی
✪ رنگین تصاویر ✪ فن خطاطی کے شاہکار ✪ منقبتی کلام

آئیے اس تاریخی کارواں میں آپ بھی ہمارے ہمسفر ہوجائیے

مرتب: **محمد فصیح الدین نظامی**، ریسرچ اسکالر ومہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد، (انڈیا)